بھارتیوں کی سماجی زندگی پر انگریزی تعلیم کے ملے جلے اثرات ہوئے۔ نئے تعلیم یافتہ سماج کے ذریعے لائی گئی بیداری کی وجہ سے حب الوطنی کے بیج بوئے گئے۔ بھارت کے مختلف علاقوں کی تحریکوں کی وجہ سے مختلف علاقوں کی سیاسی تنظیموں کو یکجا کرنا ممکن ہوا۔ سیاسی طور پر بیدار مختلف گروہوں اور افراد کو ایک جگہ لا کر ملکی مفاد کی طرف توجہ مرکوز کی گئی اور ملکی عزائم کا اظہار کرنے کے لیے ملکی سطح پر ایک سیاسی تنظیم بنانے کے لیے مناسب ماحول تیار ہو گیا۔

انگریز حکومت میں انتظامی مرکوزیت : انگریز حکومت کی وجہ سے بھارت میں حقیقی معنوں میں مرکوزیت کا آغاز ہوا۔ ملک میں یکساں پالیسی اور قانون کی نظر میں مساوی درجے کی وجہ سے لوگوں میں یکجہتی کا جذبہ پروان چڑھا۔ انگریزوں نے اپنی انتظامی سہولتوں اور فوج کی تیز رفتار نقل و حرکت کے لیے ریل کے راستوں اور سڑکوں کا جال بچھایا لیکن ان بنیادی سہولیات کا فائدہ بھارتیوں کو بھی ہوا۔ مختلف ریاستوں کے باشندوں میں باہمی روابط میں اضافہ ہوا اور قومی اتحاد کے جذبے کو فروغ حاصل ہوا۔

معاشی استحصال : بھارتی دولت کئی ذرائع سے برطانیہ منتقل ہونے لگی۔ برطانیہ کی سامراجیت کی پالیسی کی وجہ سے بھارت کا معاشی استحصال ہونے لگا۔ کسانوں کو زبردستی نقدی فصلیں اُگانے پر مجبور کرنے، لگان کے بوجھ اور مسلسل قحط سالی کی وجہ سے بھارتی زراعت کی کمر ٹوٹ گئی۔ روایتی صنعت و حرفت کے خاتمے سے بے کاری میں اضافہ ہوا۔ سرمایہ داروں کی جانب سے مزدور طبقے کا استحصال ہونے لگا۔ متوسط طبقے پر نئے نئے ٹیکس کا بوجھ لادا گیا جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں بے اطمینانی کا لاوا اُبلنے لگا۔

مغربی تعلیم : مغربی تعلیم کی توسیع کی وجہ سے بھارتیوں کو انصاف، آزادی، مساوات اور جمہوریت جیسے نئے خیالات و نظریات سے آشنائی ہوئی۔ بھارتیوں نے عقلیت پسندی، سائنسی رجحانات، انسانیت اور قومیت جیسی قدروں کو اپنایا جس کی وجہ سے ان میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم ملک کا کام کاج چلانے کے اہل ہیں اور ان قدروں کی بنیاد پر ملک کو ترقی کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ لسانی اعتبار سے متنوّع بھارت کو انگریزی زبان کی وجہ سے رابطے کا ایک نیا ذریعہ حاصل ہوا۔

بھارت کی قدیم تاریخ کا مطالعہ : انگریزوں نے کولکاتا میں 'ایشیاٹک سوسائٹی' قائم کی۔ کئی بھارتی اور مغربی دانشوروں نے بھارتی تہذیب کے مطالعے کی ابتدا کی۔ سنسکرت، فارسی اور بھارت کی دیگر زبانوں کے قلمی نسخوں کی تحقیق کرکے انھیں شائع کیا۔ ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ، ڈاکٹر آر جی بھنڈارکر جیسے بھارتی دانشوروں نے قدیم بھارت کی تہذیب کا گہرا مطالعہ کیا۔ اپنے قدیم تہذیبی ورثے کے بارے میں جان کر بھارتیوں میں فخر کا احساس پیدا ہوا۔ گزشتہ ایک صدی سے 'بھنڈارکر پراچیہ وِدّیا سنشودھن مندر' نامی ادارہ پونہ میں سرگرمِ عمل ہے۔

ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ

ڈاکٹر آر جی بھنڈارکر

اخبارات کا کردار : اسی زمانے میں انگریزی اور علاقائی زبانوں میں اخبارات و رسائل شائع ہونے لگے۔ ان اخبارات سے سیاسی و سماجی بیداری پیدا ہونے لگی۔ درپن، پربھاکر، ہندو، امرت بازار پتریکا، کیسری اور مراٹھا جیسے اخبارات کے ذریعے

سرکاری پالیسیوں پر تنقید ہونے لگی۔

ویومیش چندر بینرجی

قومی جماعت کا قیام :

۲۸؍ دسمبر ۱۸۸۵ء کو ممبئی کے گوکل داس تیج پال سنسکرت اسکول میں قومی جماعت کا پہلا اجلاس منعقد کیا گیا۔ ملک کی مختلف ریاستوں سے ۷۲؍ نمائندے اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ کولکاتا کے مشہور وکیل ویومیش چندر بینرجی اس اجلاس کے صدر تھے۔ ان سب نے مل کر اس اجلاس میں بھارتی قومی جماعت (اِنڈین نیشنل کانگریس) کی بنیاد ڈالی۔ برطانوی افسر ایلن آکٹووین ہیوم نے اس تنظیم کے قیام میں پیش قدمی کی۔ اس اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ انتظامِ حکومت میں بھارتیوں کو زیادہ نمائندگی دی جائے اور انگریز حکومت فوج کے اخراجات میں کمی کرے۔ ان مطالبات کو میمورنڈم کی شکل میں برطانوی حکومت کو پیش کیا گیا۔

قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) کے مقاصد :

بھارت کے مختلف علاقوں کے لوگوں کو مذہب، نسل، زبان اور علاقائی تفریق بھلا کر یکجا کرنا، ایک دوسرے کے مسائل جان کر اس پر غور وفکر کرنا، لوگوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا کرنا اور قومی ترقی کے لیے کوششیں کرنا قومی جماعت کے مقاصد تھے۔

اعتدال پسندوں کا دور (۱۸۸۵ء تا ۱۹۰۵ء) : اپنے قیام کے بعد قومی جماعت کا کام سست روی سے مگر مسلسل جاری تھا۔ قومی جماعت کے رہنما حقیقت پسند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ انھیں اس بات کا علم تھا کہ منظّم کارروائیوں سے ہی بنیاد مضبوط ہوگی۔ ان پر مغربی دانشوروں کی روشن خیالی، آزادی، مساوات اور اخوت جیسی قدروں کا اثر تھا۔ انھیں آئینی طریقوں پر اعتبار تھا۔ انھیں اُمید تھی کہ اگر وہ آئینی طریقوں پر چل کر اپنے مطالبات انگریزوں کے سامنے رکھیں گے تو وہ ان مطالبات کو منظور کریں گے۔ گوپال کرشن گوکھلے، فیروز شاہ مہتا، سریندر ناتھ بینرجی وغیرہ اعتدال پسند رہنما تھے۔

قومی جماعت کے اجلاس میں مختلف قراردادیں پیش کی گئیں مثلاً صوبائی قانون ساز اداروں میں عوامی نمائندگی ہو، تعلیم یافتہ بھارتیوں کو نوکریاں دی جائیں، فوج کے بڑھتے ہوئے اخراجات میں کمی کی جائے، عوام کے قانونی حقوق کا تحفظ ہو اس لیے مجلسِ عاملہ اور عدلیہ کو الگ کیا جائے۔

قومی تحریک میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بعد کے دور میں انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی اختیار کی۔

انتہا پسندوں کا دور (۱۹۰۵ء تا ۱۹۲۰ء) : سیاسی نقطۂ نظر سے بیدار بھارت کے تمام رہنما ذات، مذہب، زبان و علاقے کا فرق بھلا کر قومی جماعت کے پرچم تلے یکجا ہو رہے تھے۔ قومی جماعت کے مقاصد اور آئینی طریقوں سے تحریک کو استحکام عطا کرنے پر ہم خیال ہونے کے باوجود ان کے طریقۂ کار میں اختلاف تھا۔ یہ نظریاتی اختلاف تھا۔ سیاسی تحریک میں اس اختلاف کی وجہ سے دو اہم گروہ بن گئے۔ آزادی کے لیے امن (آئین) کا معتبر راستہ اختیار کرنے والوں کو اعتدال پسند (نرم دَل) اور جدوجہد کے طریقے میں شدت اختیار کرنے والوں کو انتہا پسند (گرم دَل) کہا جاتا ہے۔ لالا لجپت رائے، بال گنگادھر تلک اور بپن چندر پال (لال، بال، پال) انتہا پسندوں کے رہنما تھے۔

لوک مانیہ تلک

ابتدائی دور میں انتہا پسند رہنماؤں نے بھارتی عوام میں سیاسی بیداری لانے کے لیے اخبارات، قومی تہوار اور قومی تعلیم جیسے ذرائع کا استعمال کیا۔ 'کیسری' اور 'مراٹھا' اخبارات کے ذریعے لوک مانیہ تلک نے حکومت کے مظالم پر کڑی تنقید کی۔ بنگال کے علاقے میں 'امرت بازار پتریکا' انتہا پسندوں کے

نظریات کی ترجمانی کرنے والا اخبار تھا۔ آپسی بھید بھاؤ کو بھول کر عوام متحد ہوں، قومی اشخاص کے کارناموں سے عوام میں تحریک پیدا ہو، اس مقصد کے تحت تلک نے شیوجینتی اور گنیش اُتسو کا انعقاد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ سیاسی وجوہات کی بنا پر عوام یکجا ہوں گے تو حکومت ان پر پابندی عائد کرے گی مگر مذہبی وجوہات کی بنا پر لوگوں کے ایک جگہ آنے پر حکومت پابندی نہیں لگا سکتی۔ تلک نے منڈالے جیل میں 'گیتا رہسیہ' نامی کتاب لکھی جس کا مرکزی خیال اعمال پر مبنی عبادت اور عوام کے سرگرمِ عمل رہنے پر زور تھا۔

اپنی زبان اور تہذیب کے تئیں اُلفت اور عقیدت رکھنے والی نسل کی تیاری کے لیے انتہا پسندوں نے تعلیمی ادارے قائم کیے۔ انتہا پسند رہنماؤں کا خیال تھا کہ لاکھوں لوگ آزادی کی تحریک میں حصہ لے کر حکومت کو چیلنج کر کے جدوجہد کریں تبھی کامیابی حاصل ہوگی۔ ان کا خیال تھا کہ اس تحریک کو مزید تیز کیا جائے لیکن مسلح بغاوت کی بجائے وسیع عوامی تحریک کے قیام پر زور دیا۔ اعتدال پسندوں نے تحریکِ آزادی کی بنیاد رکھی اور انتہا پسندوں نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔

۱۸۹۷ء میں پونہ میں ہیضے کی وبا نے قہر برپا کر دیا تھا۔ سیکڑوں افراد موت کا شکار ہوگئے۔ اس وبا پر قابو پانے کے لیے رینڈ نامی افسر کو تعینات کیا گیا۔ ہیضے کے مریضوں کی تلاش میں گھروں کی تلاشی لی جانے لگی، عوام پر مظالم ڈھائے جانے لگے۔ اس بات کا بدلہ لینے کے لیے چاپھیکر برادران نے اس کا قتل کر دیا۔ حکومت نے اس قتل کا تعلق تلک سے جوڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ پھر بھی انتقامی جذبے کے تحت حکومت نے انھیں جیل میں ڈال دیا۔

تقسیمِ بنگال : انگریزوں نے ہندو مسلم کے درمیان نفرت کا بیج بوکر 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ وائسرائے لارڈ کرزن نے اسے بڑھاوا دیا۔ بنگال ایک وسیع صوبہ تھا۔ انتظامی سہولت کے اعتبار سے اس صوبے کے انتظام میں دشواری کا بہانہ بنا کر لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم کا اعلان کیا۔ اس تقسیم کی وجہ سے مسلمانوں کی کثیر آبادی والا علاقہ مشرقی بنگال اور ہندوؤں کی کثیر آبادی والا علاقہ مغربی بنگال ایسے دو حصوں میں بٹ گیا۔ تقسیم کے ذریعے ہندو مسلم سماج میں پھوٹ ڈال کر قومی تحریک کو کمزور کرنا اس کا پوشیدہ مقصد تھا۔

ونگ بھنگ تحریک : نہ صرف بنگال بلکہ پورے بھارت میں اس تقسیم کی مخالفت میں رائے عامہ بیدار ہوئی۔ ۱۶/اکتوبر یعنی تقسیمِ بنگال کے دن کو 'قومی یومِ ماتم' کے طور پر منایا گیا۔ پورے ملک میں مذمتی جلسوں کے ذریعے حکومت کی مذمت کی گئی۔ ہر طرف 'وندے ماترم' کا گیت گایا جانے لگا۔ اتحاد کی علامت کے طور پر راکھی بندھن کی تقریب منعقد کی گئی۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کر کے طلبہ کثیر تعداد میں اس تحریک میں شریک ہوئے۔ سریندر ناتھ بینرجی، آنند موہن بوس، رابندر ناتھ ٹیگور نے ونگ بھنگ تحریک کی قیادت کی۔ اس تحریک کی وجہ سے قومی جماعت کا دائرہ وسیع ہوگیا اور یہ قومی تحریک بن گئی۔ بے اطمینانی کی لہر دیکھ کر ۱۹۱۱ء میں انگریزوں نے بنگال کی تقسیم رد کر دی۔

قومی جماعت کا چار نکاتی پروگرام : ۱۹۰۵ء میں ہونے والے قومی جماعت کے اجلاس کے صدر رکن کونسل گوکھلے تھے۔ انھوں نے ونگ بھنگ تحریک کی حمایت کی۔ ۱۹۰۶ء کے اجلاس کے صدر دادا بھائی نوروجی تھے۔ دادا بھائی نوروجی نے پہلی مرتبہ اسٹیج سے 'سوراج' لفظ کا استعمال کیا۔ اپنے صدارتی خطبے میں انھوں نے پیغام دیا کہ ''متحد کرو، خوب کوشش کرو اور سوراج حاصل کرو تا کہ آج جو لاکھوں برادرانِ وطن مفلوک الحال، بھوک اور بیماریوں کا شکار ہورہے ہیں، انھیں بچایا جاسکے اور ترقی یافتہ ممالک میں

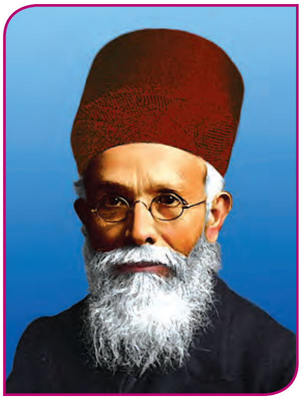

دادا بھائی نوروجی

بھارت کو اس کا مقام واپس دلایا جاسکے۔'' اس اجلاس میں قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) نے سوراج، سودیشی، قومی تعلیم اور بائیکاٹ کے چار نکاتی پروگرام کو متفقہ طور پر منظوری دی۔ سودیشی تحریک کی وجہ سے ہم خود مختار اور خود کفیل بن سکتے ہیں۔ سودیشی طریقہ اختیار کرنے کے لیے ہمیں ملک کا سرمایہ، وسائل و ذرائع، نفری قوت اور دیگر تمام قوتیں یکجا کرنا ہوں گی جس سے ملک کی ترقی ممکن ہوگی۔ ولایتی اشیا اور مال کا بائیکاٹ (مقاطعہ) پہلا مرحلہ ہے جبکہ ولایتی حکومت کا بائیکاٹ اگلا مرحلہ قرار پایا۔ ان رہنماؤں کا خیال تھا کہ بائیکاٹ کے ذریعے انگریز حکومت کی جڑوں پر وار کیا جاسکتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

رکن کونسل گوپال کرشن گوکھلے نے ۱۹۰۵ء میں 'بھارت سیوک سماج' کی بنیاد رکھی۔ عوام میں حب الوطنی پیدا کرکے اپنے مفاد کی قربانی کی تعلیم دینا، مذہب اور ذات کا فرق مٹا کر سماجی مساوات پیدا کرنا اور تعلیم کو فروغ دینا بھارت سیوک سماج کے اہم مقاصد تھے۔

گوپال کرشن گوکھلے

انتہا پسندوں اور اعتدال پسندوں میں اختلافِ رائے :

قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) میں نظریاتی اختلاف ۱۹۰۷ء کے سورت اجلاس میں انتہا کو پہنچ گیا۔ اعتدال پسندوں کی کوشش تھی کہ سودیشی اور بائیکاٹ کی تجاویز ترک کی جائیں جبکہ انتہا پسندوں کی کوشش تھی کہ اعتدال پسند اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوں۔ گوکھلے، سریندر ناتھ بینرجی، فیروز شاہ مہتا جیسے اعتدال پسند رہنماؤں نے الزام عائد کیا کہ انتہا پسند قومی جماعت پر قابض ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لالا لجپت رائے نے مفاہمت کی کوشش کی۔ تلک کا خیال تھا کہ قومی جماعت ملکی پلیٹ فارم ہے، اس میں پھوٹ ڈالنا مناسب نہیں۔ اجلاس کے وقت کشیدگی بڑھ گئی اور باہمی مفاہمت ناکام رہی۔ آخرکار قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) تقسیم ہوگئی۔

انگریز حکومت کا جبر و استبداد : ونگ بھنگ تحریک کے بعد شروع ہونے والے زبردست عوامی احتجاج سے انگریز حکومت بے چین ہوگئی۔ اس احتجاج پر قابو پانے کے لیے حکومت نے جبر و استبداد کی پالیسی اختیار کی۔ عوامی جلسوں پر قانونی پابندی عائد کی گئی۔ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسکول کے طلبہ کو بھی مارا پیٹا گیا۔ اخبارات پر مختلف پابندیاں لگائی گئیں۔ حکومت پر تنقید کرنے کے الزام میں کئی چھاپہ خانے (پریس) ضبط کیے گئے۔ مضمون نگاروں اور مدیروں کو جیل میں ڈالا گیا۔ حکومت نے انتہا پسندوں کے خلاف سخت کارروائی کی۔ بنگال میں اس کا شدید ردِّ عمل ہوا۔ انقلابیوں نے گولیاں چلانا، بم سے حملے کرنا جیسے طریقے اپنائے۔ ان بم حملوں کی حمایت کیسری اخبار میں کرنے والے لوک مانیہ تلک کو حکومت سے غداری کے الزام میں گرفتار کرکے چھے سال کے لیے میانمار کی منڈالے جیل میں بھیج دیا گیا۔ بپن چندر پال کو سخت قید کی سزا دی گئی اور لالا لجپت رائے کو پنجاب سے شہر بدر کر دیا گیا۔

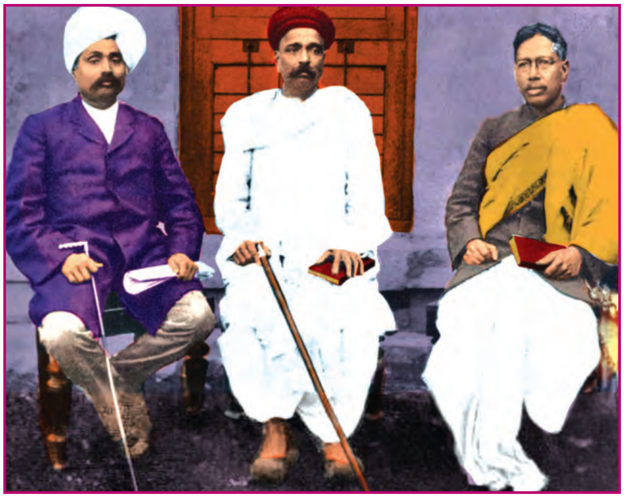

پال-بال-لال

مسلم لیگ کا قیام : ونگ بھنگ تحریک میں قومی جماعت کو عوام سے ملنے والی زبردست حمایت دیکھ کر انگریز حکومت بے چین ہوگئی۔ انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی

پالیسی پر دوبارہ عمل کیا۔ انگریزوں نے اس خیال کی تشہیر شروع کی کہ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم ہونی چاہیے۔ برطانوی حکومت کی اس حوصلہ افزائی کی وجہ سے مسلم سماج کے اعلیٰ طبقے کے ایک وفد نے آغا خان کی قیادت میں گورنر جنرل لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ لارڈ منٹو اور دیگر برطانوی افسران کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے ۱۹۰۶ء میں 'مسلم لیگ' کا قیام عمل میں آیا۔

مورلے-منٹو قانون : انگریز حکومت کے کاموں کے خلاف بھارتی عوام میں بے اطمینانی تھی۔ عوام کا خیال تھا کہ بھارتی عوام کی بدحالی کی اہم وجہ انگریزوں کی معاشی پالیسی ہے۔ کرزن کے جبر و استبداد، تعلیم یافتہ بھارتیوں کو ملازمتیں نہ دینا اور افریقہ میں بھارتیوں کے ساتھ ناروا سلوک، ان وجوہات کی بنا پر عوام کی بے چینی میں اضافہ ہوا۔ بھارتیوں کی اس بے اطمینانی کے زخم کی عارضی مرہم پٹی کے لیے ۱۹۰۹ء میں 'مورلے- منٹو اصلاحات قانون' نافذ کیا گیا۔ اس قانون کے تحت مجلسِ مقنّنہ میں بھارتی نمائندوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا اور چند نامزد بھارتی نمائندوں کو مجلسِ مقنّنہ میں شامل کرنے کی گنجائش نکالی گئی۔ اسی قانون کے تحت مسلمانوں کے لیے علیحدہ حلقۂ انتخاب کی منصوبہ بندی کی گئی۔ برطانیہ کی اس امتیازی پالیسی نے بھارت میں نفاق کا بیج بو دیا۔

لکھنؤ معاہدہ : ۱۹۱۶ء میں قومی جماعت کے لکھنؤ اجلاس میں لوک مانیہ تلک کی قیادت میں قومی جماعت کے اختلافات مٹانے کی کوشش کی گئی۔ اسی سال قومی جماعت اور مسلم لیگ کے درمیان مصالحت ہوئی۔ اسے 'لکھنؤ معاہدہ' کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی رو سے بھارتی قومی جماعت نے مسلمانوں کے علیحدہ حلقۂ انتخاب کو منظور کرلیا۔ اسی طرح مسلم لیگ نے بھی بھارت کے سیاسی حقوق کے حصول میں کانگریس کا ساتھ دینا قبول کیا۔

ہوم رول تحریک : ۱۹۱۴ء میں جب تلک منڈالے جیل سے رہا ہوئے اس وقت یورپ میں پہلی عالمی جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس جنگ کے اثرات براہِ راست بھارت پر بھی ہوئے۔ روزمرہ ضروریات کی اشیا کے دام بڑھنے لگے، انگریز حکومت نے بھارتیوں پر مختلف پابندیاں عائد کیں جس سے بھارتیوں میں بے اطمینانی بڑھنے لگی۔ ان حالات میں ڈاکٹر اینی بیسنٹ اور لوک مانیہ تلک نے ہوم رول تحریک شروع کی۔ اپنا انتظامِ حکومت اپنے طور پر خود انجام دینے کو 'ہوم رول' کہتے ہیں۔ اسے 'خود مختار حکومت' بھی کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اینی بیسنٹ

آئرلینڈ میں بھی نوآبادیاتی نظام کے خلاف اس قسم کی تحریک شروع ہوگئی تھی۔ اسی بنیاد پر بھارتی ہوم رول تحریک نے برطانیہ سے خود مختار حکومت کا مطالبہ کیا۔ ڈاکٹر اینی بیسنٹ اور لوک مانیہ تلک نے پورے ملک کا طوفانی دورہ کرکے خود مختاری کا مطالبہ عوام تک پہنچایا۔ انھوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ کہا 'سوراج میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کرکے رہوں گا۔'

پہلی عالمی جنگ اور بھارت : یورپ کے جنگی حالات، بھارت کے عوام میں پھیلتی ہوئی بے اطمینانی اور ہوم رول تحریک کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ، ان حالات میں انگریزوں کو بھارتی عوام کا تعاون حاصل کرنا ضروری تھا اس لیے برطانوی حکومت نے اصلاحات میں پیش قدمی کے طور پر بھارتیوں کو کچھ سیاسی اختیارات دینا طے کیا۔ ۱۹۱۷ء میں وزیر بھارت لارڈ مانٹیگو نے اعلان کیا کہ برطانوی حکومت بھارت کو بتدریج خود مختاری کا حق اور حکومت کی ذمے داری سونپ دے گی۔ لوک مانیہ تلک نے اعلان کیا کہ اگر حکومت بھارتیوں کے مطالبات کے سلسلے میں ہمدردی اور مفاہمت کا طریقہ اپنائے گی تو بھارت کے عوام بھی حکومت کی مدد کریں گے۔ لوک مانیہ تلک کے اس اعلان کو 'جوابی تعاون' کہتے ہیں۔

مانٹیگو-چیمسفرڈ قانون : ۱۹۱۹ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے بھارت میں دستوری اصلاحات کے لیے ایک قانون بنایا جسے 'مانٹیگو - چیمسفرڈ قانون' کہتے ہیں۔ اس قانون کی رو سے غیر اہم محکمے بھارتی وزرا کے سپرد کیے گئے لیکن مالیات، محصول اور داخلہ جیسے اہم محکمے گورنر کے قبضے میں ہی تھے۔ ۱۹۱۹ء کے قانون کی رو سے بھارتیوں کے ذمہ دار حکومت کے مطالبے کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس قانون نے سب کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ لوک مانیہ تلک نے اس قانون پر سخت الفاظ میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "یہ سوراج ہے نہ ہی اس کی بنیاد۔" تمام بھارتیوں میں احساس پیدا ہوا کہ حکومت کو جھکانے کے لیے تحریکوں کو مزید تیز کرنا ہوگا۔ بھارت ایک نئے احتجاج کے لیے تیار ہوگیا۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ بھارت سیوک سماج کی بنیاد.................. نے رکھی۔
(الف) گنیش واسودیو جوشی (ب) بھاؤ داجی لاڈ
(ج) ایم جی راناڈے (د) گوپال کرشن گوکھلے

۲۔ قومی جماعت کا پہلا اجلاس................ میں منعقد کیا گیا۔
(الف) پونہ (ب) ممبئی
(ج) کولکاتا (د) لکھنؤ

۳۔ 'گیتا رہسیہ' نامی کتاب................ نے لکھی۔
(الف) لوک مانیہ تلک (ب) دادا بھائی نوروجی
(ج) لالا لجپت رائے (د) بپن چندر پال

(۲) نام لکھیے۔

۱۔ اعتدال پسند رہنما
۲۔ انتہا پسند رہنما

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ جنگِ آزادی میں بھارتیوں میں فخر کا احساس بیدار ہوا۔
۲۔ قومی جماعت میں دو گروہ بن گئے۔
۳۔ لارڈ کرزن نے بنگال کی تقسیم کرنا طے کیا۔

(۴) نوٹ لکھیے۔

۱۔ قومی جماعت کے مقاصد
۲۔ ونگ بھنگ (تقسیم بنگال) تحریک
۳۔ قومی جماعت کا چار نکاتی پروگرام

(۵) درج ذیل نکات کی مدد سے قومی جماعت کے قیام کا پس منظر بیان کیجیے۔

- انتظامی مرکزیت
- معاشی استحصال
- مغربی تعلیم
- بھارت کی قدیم تاریخ کا مطالعہ
- اخبارات کا کردار

سرگرمی

انٹرنیٹ کی مدد سے قومی جماعت کے ابتدائی دور کے رہنماؤں سے متعلق معلومات حاصل کیجیے۔

A3ALCR